

سہ ماہی

لاہور، جولائی تا ستمبر ۱۴۱۰ھ

جی میں کہا گیا ہے اپنے آپ کو
پرسن نہیں آتا

- ✽ اعجاز القرآن پر علامہ خطابیؒ کی اہم تحریر
- ✽ نسخ کے مسئلے پر امام غزالیؒ کا موقف
- ✽ انکار حدیث پر مولانا ایوبؒ کا تفصیلی کلام

مدیر: محمد دین جوہر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سہ ماہی

لاہور، جولائی تا ستمبر ۱۴۴۰ھ

جی ہیں کیا کیا ہے کچھ ہے ہم
ہر سخن تباہ ہے نہیں آتا

مشمولات

حرف مراد

مدیر..... ۵

اعجاز القرآن

علامہ ابو سلیمان الخطابیؒ/ نادر عقیل انصاری..... ۸

قرآن مجید، سنت اور نسخ

امام غزالیؒ/ نادر عقیل انصاری..... ۱۹

فلسطین کا یک ریاستی حل

ساری مقدسی/ نادر عقیل انصاری..... ۲۶

فتنہ انکار حدیث

مولانا ایوب دہلویؒ..... ۳۰

اسباق

محترم احمد جاوید صاحب..... ۸۶

ن۔م۔راشد: کبیدہ تہذیب کا شاعر

محمد دین جوہر..... ۱۰۵

مدیر

محمد دین جوہر

نائب مدیر

نادر عقیل انصاری

مجلس ادارت

کاشف علی خان شیروانی

شاہد محمود

برائے رابطہ، استفسار اور اظہار آراء: shahidmahmood@baatdiscourse.com قیمت: ۲۰ روپے

محمد دین جوہر، مدیر ”جی“ نے تایا سنز پرنٹرز، ریٹی گن روڈ، لاہور سے چھپوا کر حسن منزل، اردو بازار، لاہور سے شائع کیا۔

© جملہ حقوق بحق ناشر

اہم نوٹ:

اس شمارے میں قرآن مجید کی آیات بھی شامل ہیں۔ ان کی درستی پر بساط
بھر توجہ دی گئی ہے لیکن اگر کوئی غلطی رہ گئی ہو تو ادارے کو مطلع فرمائیں۔

قانونی مشیر:

کامنز لاکسمپٹی، نوائے وقت بلڈنگ، ۴۔ شارع فاطمہ جناح روڈ، لاہور

اعجاز القرآن

علامہ ابو سلیمان حمد بن محمد ابراہیم الخطابی

تعارف، ترجمہ اور حواشی:

نادر عقیل انصاری

مسلمان جن علوم، فنون اور اصناف کے موجد ہیں اور جن کے سبب وہ دیگر اہم میں ممتاز ہیں، ان میں سے ایک اعجاز القرآن کی صنف ہے۔ ہمارے اسلاف اس سے کبھی غافل نہیں رہے کہ قرآن مجید پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے، اور یہ فقط عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نہیں، بلکہ قیامت تک کے لیے اللہ کی نشانی اور حجت ہے۔ مصطفیٰ صادق الرافعی، متوفی ۱۹۳۷ء، نے اپنی کتاب اعجاز القرآن و البلاغة النبویہ میں اعجاز القرآن کے عقیدے کے دو لوازم بیان کیے ہیں: ایک قرآن مجید کی نظیر لانے سے جن و انس کا عاجز ہونا، اور دوسرے اس عجز کا دائمی ہونا (۱۵۶)۔

بد قسمتی سے دور جدید میں مغرب کے جو نہایت ضرر رساں اثرات ہمارے اوپر پڑے ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بعض جدید مصنفین کے کام میں قرآن مجید کی یہ اعجازی حیثیت نظر انداز ہو گئی ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید سے ہمارا ویسا ہی تعلق بنتا جا رہا ہے جیسا ہم دیگر کتابوں سے رکھتے ہیں۔ یعنی کتاب عزیز کے من اللہ ہونے پر ایمان، جو اس کی امتیازی صفت ہے، عقیدے میں تو موجود ہے، لیکن عمل اور رویے میں کمزور ہوتا جا رہا ہے۔ اس کے مظاہر میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کے ساتھ ان تعلقات اور رویوں پر اکتفا کرنا مقبول ہوتا جا رہا ہے، جو انسانی کتابوں سے ہوا کرتے ہیں۔ چنانچہ اس کی برکات، انوار، اور تقدس کا ہمہ وقت شعور تو دور کی بات ہے، اس کے معنی سمجھنے کے لیے بھی رفتہ رفتہ وہ اصول اختیار کر لیے گئے ہیں جو اصل میں انسانی تحریروں کی تحلیل و تاویل کے لیے وضع کیے گئے تھے۔ چنانچہ اب قرآن مجید کی ہدایت کو بھی، کسی انسانی کلام کے پند و نصائح کی طرح، ایک خاص دور اور ایک خاص جغرافیائی خطے تک محدود کر دیا گیا ہے، تاکہ دور جدید کی رعایت سے شریعت اسلامیہ میں

مناسب اصلاح کی جاسکے۔ جدید مفسرین کا قرآن مجید سے فقط وہ تعلق رہ گیا ہے جو ایک محقق کو اپنے مواد تحقیق سے ہوتا ہے۔ بے شک قرآن مجید کو محض ایک متن جان کر، اس کی طرف محض تحقیقِ معانی کے لیے رجوع کرنا دور جدید کا خاصہ ہے^(۱)۔

اس موقع پر شاید یہ یاد دہانی ہمارے لیے مفید ہو کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا معجزانہ کلام ہے جس کی کوئی نظیر نہ اس سے پہلے تھی نہ بعد میں ہوگی۔ اس کا کوئی مقابلہ و موازنہ کسی انسانی کلام سے صنف کے اعتبار سے کیا جاسکتا ہے، نہ تالیف زبان اور مضامین کے اعتبار سے، کیونکہ یہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ابدی معجزہ ہے۔ اور اعجاز القرآن پر ہمارے اسلاف کی تصانیف کا مطمح نظر اسی عقیدے کا بیان ہے، یعنی یہ کہ قرآن مجید ہر اعتبار سے انسانی کلام سے ممتاز ہے، اور انسانی کلام سے اس کی ظاہری مشابہت کو، اس کے بلند مرتبے سے معزول کرنے کے لیے استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ اعجاز القرآن کے عقیدے کے ساتھ وہ وجوہ اور دلائل پیش کیے جاتے ہیں جن سے اس عقیدے کی توضیح ہوتی ہے۔ اس صنف پر کلام کرنے والے علما کی فہرست طویل ہے۔ اس صنف میں اکثر امہات ۸۵۰ھ سے ۱۰۰۰ھ کے دوران لکھی گئی ہیں، اور ان میں علامہ جرجانی اور علامہ باقلانی رحمہما اللہ جیسے علمائے فن کی تصانیف شامل ہیں۔

قرآن مجید کے اعجاز کے موضوع پر معروف تصانیف میں سے ایک علامہ ابو سلیمان حمد بن محمد ابراہیم الخطابی رحمۃ اللہ علیہ متوفی سنہ ۳۸۸ھ کی کتاب بیان اعجاز القرآن ہے۔ قرآن مجید کا اعجاز چونکہ اپنے اندر بیسیوں پہلو رکھتا ہے، لہذا اعجاز القرآن کے موضوع پر لکھی گئی کتابوں میں مختلف علوم اور فنون سے استشہاد کیا گیا ہے، جن میں صرف و نحو، بلاغت، ادب، تاریخ، جغرافیہ، ہیئت و فلکیات، فلسفہ، منطق اور علم الکلام وغیرہ شامل ہیں۔ مستشرق فون گرونیام کی رائے ہے کہ نظام معنوی وہ پہلا متکلم ہے جس نے قرآن مجید کے اعجاز کی بحث میں قرآن مجید کے مضامین کو اس کے اسلوب سے کاٹ کر الگ کیا (دائرة المعارف الاسلامیہ، لیڈن، طبع دوم، ”اعجاز“) اور اس کے بعد اس صنف میں بالعموم زبان کی خوبیوں سے استشہاد زیادہ نمایاں رہا ہے۔ یہ واضح ہے کہ قرآن مجید کے اعجاز کو اس کی زبان اور اسلوب تک محدود کر دینے میں کچھ مسائل ہیں، جو بقول فون گرونیام جلد ہی واضح بھی ہو گئے (ایضاً)۔ ان میں سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ اگر اسے محض زبان کی بنا پر معجزہ مانا

جائے تو یہ اس عہد تک محدود ہو جاتا ہے جس میں جاہلی زبان پر کامل دسترس حاصل کرنی ممکن تھی۔ جب جاہلی زبان کی کامل معرفت ممکن نہیں رہی تو یہ معجزہ بھی عبث ہو گیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کا یہ دائمی معجزہ عارضی قرار پاتا ہے اور یہ بڑی گمراہی ہے۔ امام ابوالیسر بزدوی رحمۃ اللہ علیہ (جو فخر الاسلام علامہ بزدوی رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی ہیں) اپنی کتاب اصول الدین میں فرماتے ہیں: القرآن معجزة بنظمه و بمعناه؛ فان فيه اخباراً عن كوائن لا يعرفها الا الله تعالى وهي كما اخبر۔ والتوراة ليست بمعجزة من حيث النظم؛ لانه ليس له نظم معجز، لكنه معجز من حيث المعاني؛ فان فيها الاخبار عن كوائن لا يعرفها الا الله تعالى وهي كائنة كما اخبر۔ ”قرآن مجید اپنے الفاظ اور معنی دونوں کے اعتبار سے معجزہ ہے، کیونکہ اس میں ہونے والے ایسے واقعات کی خبر دی گئی ہے جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جان سکتا، اور وہ واقعات ایسے ہی رونما ہوئے جیسے قرآن نے ان کی خبر دی تھی۔ مگر تورات الفاظ کے اعتبار سے معجزہ نہیں ہے، کیونکہ اس میں عاجز کر دینے والا نظم الفاظ نہیں ہے۔ لیکن معانی کے اعتبار سے توراۃ بھی معجزہ ہے کہ اس میں بھی ایسے واقعات کی خبر ہے جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جان سکتا اور وہ واقعات ویسے ہی وقوع پذیر بھی ہوئے جیسے اس نے ان کی خبر دی تھی۔“ اس کے بعد فرماتے ہیں: ثم عندنا القرآن كان معجزاً و هو معجز الآن و في المستقبل یعنی، ”ہمارے نزدیک قرآن مجید معجزہ تھا، اب بھی معجزہ ہے اور مستقبل میں بھی معجزہ رہے گا۔“ (امام ابوالیسر محمد البزدوی رحمۃ اللہ علیہ، اصول الدین، القاہرہ: مکتبہ الازہریہ للتراث، مسئلہ ۷۰) افسوس کہ جدیدیت کے اثرات میں علامہ بزدوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح اعتماد کے ساتھ قرآن مجید کو دائمی معجزہ کہنے کی جرات بھی عنقا ہو گئی۔

قرآن مجید کے اعجاز کو تو بیان کیا جاسکتا ہے، لیکن اس کے اسباب و ذرائع کی حتمی دریافت سے انسان ہمیشہ عاجز رہیں گے، اور یہی معجزے کی حقیقت ہے کہ انسانی عقل کبھی قطیعت کے ساتھ اس کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ اگر قرآن مجید کے اعجاز کو اس کے اسلوب اور بلاغت پر ہی منحصر کر دیا جائے تو یہ اس عقیدے کی انتہائی ناقص اور کمزور تعبیر ہو گی۔ صدیوں بعد فریڈرک نیٹش نے مسیحیوں کے اسی دعوے کو بنیاد بنا کر عہد نامہ جدید کی زبان کے نقائص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ طہانہ دعویٰ کیا تھا کہ

مسیحیوں کے خدا کو یونانی زبان نہیں آتی^(۲)۔ اٹھارویں صدی میں جدیدیت کے اثرات کے تحت یورپ میں بائبل کے علما نے عہد نامہ جدید کی زبان و ادب کو موضوع بنایا تاکہ بائبل کے ”حقیقی“ معانی تک پہنچا جاسکے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کلام مقدس پر نحوی اور لسانی تنقید و بحث کا راستہ کھل گیا۔ ناقدوں نے، جن میں بڑے بڑے نحوی اور ادیب شامل تھے، کتاب مقدس کو علم اشتقاق اور لسانیات کی سان پر چڑھا دیا۔ نیتشے کے دور میں عہد نامہ جدید کی زبان پر ہونے والی یہ جرح بہت زور پکڑ چکی تھی اور یونانی زبان کے دیگر شہ پاروں سے مقابلہ کر کے اس کی کم تر ادبی حیثیت کو ثابت کیا جا رہا تھا۔ جب نیتشے نے یہ بات کہی، سچ یہ ہے کہ اس دور میں مغرب کی دنیائے علم میں کسی کے لیے یہ دعویٰ کرنا ممکن نہ رہا تھا کہ بائبل کلامِ الہی ہے، کیونکہ یونانی لسانیات کا ارتقا خود نشاۃ الثانیہ اور تحریک تنویر کی طہانہ رہنمائی میں ہوا تھا، اور بائبل اس لسانیات کے اصول و قواعد پر پوری نہیں اتر سکتی تھی۔

علامہ خطابیؒ نے بھی اعجاز القرآن کی صنف کی روایت کے مطابق زبان و ادب، اور بلاغت و بیان کے پہلو کو قرآن مجید کے اعجاز کی ایک دلیل کے طور پر بیان تو کیا ہے، لیکن کتابِ الہی کے اعجاز کو اس پر منحصر نہیں کیا۔ بلکہ اپنی کتاب کے آخر میں ایک مختصر فصل میں انہوں نے قرآن مجید کے اعجاز پر ایک ایسا استدلال کیا ہے جو ان کے بقول ان کے عہد میں اوچھل ہوتا جا رہا تھا، اور لگتا ہے کہ آج ہمارے لیے تو بالکل اجنبی ہو چلا ہے۔ جب مصر میں اعجاز القرآن کے موضوع پر علامہ خطابی، علامہ رمانی اور علامہ عبدالقادر جرجانی رحمہم اللہ کے رسائل کو، سلسلہ مطبوعات ذخائر العرب کی ایک کڑی کے طور پر، ثلاث رسائل فی اعجاز القرآن کے عنوان سے یکجا طبع کرنے کا فیصلہ ہوا، تو ان نسنوں کی تنقیح اور ان پر تعلیقات لکھنے کے لیے مشہور مصری ادیب محمد خلف اللہ کا انتخاب ہوا۔ یہ وہی عالم اور ادیب ہیں جن کی کتاب الفن القصصی فی القرآن عرب دنیا میں معروف ہے^(۳)۔ علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالے کا تعارف کراتے ہوئے محمد خلف اللہ لکھتے ہیں: ”اپنے رسالے کے اختتام پر علامہ خطابیؒ نے قرآن کے معجزہ ہونے کا ایک اور پہلو بیان کیا ہے، جس کے بارے میں وہ فرماتے ہیں کہ یہ لوگوں سے اوچھل ہوتا جا رہا ہے، اور وہ یہ ہے کہ قرآن مجید دلوں کو جلا دیتا ہے اور نفوس پر گہری تاثیر رکھتا ہے۔ اور آپ دیکھیں گے کہ علامہ خطابیؒ کے بعد علامہ جرجانیؒ کی کتاب اسرار

البلاغہ میں یہی وہ بات ہے جس پر ان کی تمام بحث کا مدار ہے، کیونکہ ان کے نزدیک کلام کی بلاغت تاثیر فی النفوس سے ہی عبارت ہے“ (۳)۔

علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب بیان اعجاز القرآن کی اس فصل کا اردو ترجمہ پیش خدمت ہے (۵)۔
قال ابو سلیمان حمد بن محمد ابراہیم الخطابی رحمہ اللہ:
میں نے عرض کیا تھا کہ اعجاز القرآن کا ایک اور پہلو بھی ہے، جو لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہوتا جا رہا ہے، اور شاید ان میں سے خال خال لوگ ہی اس کی معرفت رکھتے ہوں، اور یہ قرآن مجید کا وہ عمل ہے جو وہ دلوں پر کرتا ہے، اور وہ تاثیر ہے جو وہ نفوس پر رکھتا ہے۔ کیونکہ آپ نے قرآن مجید کے علاوہ ایسا کلام نہیں سنا ہو گا، شاعری میں نہ نثر میں، جو کان میں پڑتے ہی دل پر اثر کرے، اس کو اپنی طرف کھینچے، اسے لذت اور حلاوت سے روشناس کرے، اور پھر اُسے خوف اور یسبت سے مملو کر دے۔ نفوس اس سے بشارت پاتے ہیں اور سینے انشراح۔ یہاں تک کہ جب دل اس سے اپنا حصہ پالیتے ہیں تو وہ مرعوب لوٹتے ہیں، کیونکہ انہیں قلق اور اضطراب آ لیتا ہے، ان پر خوف اور دہشت چھا جاتی ہے، بدن پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے، اور دل بے تاب ہو جاتے ہیں۔ قرآن مجید اپنے سامع کے نفس، اور اس کی گہرائیوں میں پہلے سے راسخ عقائد کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اعدا میں سے کتنے عرب جنگجو اور سفاک قاتل تھے جو ان کی طرف قتل کے ارادے سے بڑھے، لیکن جب انہوں نے قرآن مجید کی آیات سنیں تو اُن کے کانوں میں اِن کی آواز پڑتے ہی اُن کا ارادہ بدل گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مصالحت کی طرف مائل ہو گئے، اور ان کے دین میں داخل ہو گئے۔
ان کی عداوت محبت میں، اور ان کا کفر ایمان میں بدل گیا۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قصد کر کے نکلے، کہ نعوذ باللہ، اُن کی جان لے لیں۔ پہلے اپنی بہن کے گھر پہنچے، تو وہ سورۃ طہ کی تلاوت کر رہی تھیں۔ جیسے ہی انہوں نے قرآن مجید سنا تو ایمان لائے بغیر نہ رہ سکے۔ قریش کے امراء نے عتبہ بن ربیعہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا کہ ان کو قریش کی پیشکش سے آگاہ کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے سورۃ طہ السجدہ کی آیات تلاوت فرمائیں۔ جب عتبہ لوٹا اور سرداران قریش نے اس کے چہرے پر نگاہ ڈالی، تو کہا: ”ابوالوید عتبہ کے چہرے کا رنگ بدلا ہوا نظر آتا ہے!“۔

اسی طرح جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے دنوں میں انصارِ یثرب کے وفد کے سامنے قرآن مجید پڑھا تو وہ فوراً ایمان لے آئے اور مدینہ لوٹ کر قرآن مجید ہی کے ذریعے دین کو وہاں غالب کر دیا،

یہاں تک کہ انصارِ مدینہ کے گھروں میں کوئی گھر ایسا نہ بچا جس میں قرآن مجید موجود نہ ہو۔ بعض علما سے یہ قول روایت کیا گیا ہے کہ ”تمام علاقے تلواروں سے فتح کیے گئے، لیکن یثرب کا شہر قرآن مجید کے ذریعے فتح ہوا۔“

جب جنوں نے قرآن مجید سنا تو بے قابو ہو کر بولے: انا سمعنا قرآنًا عجبا ۱۱ یهدی الی الرشید فآمننا بہ (الجن: ۲-۱) یعنی ”ہم نے ایک عجیب قرأت سنی ہے جو راستی کی طرف رہنمائی کرتی ہے، پس ہم ایمان لے آئے“^(۱) اور ہم نے قرآن مجید کی جس تاثیر کا ذکر کیا ہے اس کا مصداق کلام اللہ کا وہ وصف بھی ہے جسے خود قرآن مجید نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے: لو انزلنا هذا القرآن علی جبل لرأیته خاشعاً متصدعاً من خشية الله (الحشر: ۲۱) یعنی ”اگر ہم نے یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارا ہوتا تو تم دیکھتے کہ وہ اللہ کے خوف سے سر اگلندہ اور چور چور ہو جاتا“^(۲)۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: الله نزل أحسن الحديث کتاباً متشابهاً مثانی تقشعر منه جلود الذين یخشون ربهم ثم تلین جلودهم و قلوبهم الی ذکر الله (الزمر: ۲۳) یعنی ”اللہ نے بہترین کلام نازل کیا ہے، بکثرت دہرائی جانے والی کتاب متشابہ کی صورت میں، جس سے اُن لوگوں کے بدن پر کچکی طاری ہو جاتی ہے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، اور ان کے جسم اور دل گداز ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف راغب ہو جاتے ہیں“^(۳)۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اولم یکفهم انا انزلنا علیک الکتاب یتلی علیهم (العنکبوت: ۵۱) یعنی ”کیا نشانی کے طور پر ان کے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ ہم نے تمہارے اوپر کتاب نازل کی ہے جو تمہیں تلاوت کر کے سنائی جا رہی ہے؟“ اور اللہ نے یہ بھی فرمایا کہ و اذا تلیت علیهم آیاتہ زادتهم ایماناً (الانفال: ۲) یعنی ”جب ان کے سامنے قرآن مجید کی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو ان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے“۔ اور فرمایا و اذا سمعوا ما انزل الی الرسول تری اعیینهم تفیض من الدمع ما عرفوا من الحق (المائدہ: ۸۳) یعنی ”جب وہ اس کلام کو سنتے ہیں جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اترا ہے، تو تم دیکھتے ہو کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں، کیونکہ وہ اس کو حق جانتے ہیں“۔ اور اسی طرح کی آیات اور بھی ہیں، اس شخص کے لیے جو پوری طرح حالت حضور میں ہوتے ہوئے کان لگا کر کلام اللہ کو سنے۔ اور بے شک قرآن مجید اللہ کی عظیم نشانیوں، اس کے دلائل، اور معجزات میں سے ہے۔ تعریف اس کے لیے سزاوار ہے جس نے اپنے بندے صلی اللہ علیہ وسلم پر کتابِ قیم نازل فرمائی، اور اس میں کوئی ٹیڑھ نہیں رہنے دیا، اور اگر یہ کتاب غیر اللہ کی طرف سے ہوتی تو لوگ اس میں بکثرت اختلافات پاتے۔ و صلی اللہ علی خاتم الانبیاء و المرسلین، غیظ الکافرین، و حتف الملحدین، المبعوث بدین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ و لو کرہ المشرکون، و حسبنا اللہ و نعم الوکیل۔

حواشی

(۱) .. ماسومی کمپانی، قرآن: جدید مسلم تفاسیر، (انگریزی) نیویارک: رولج، ۲۰۱۰

(2) Friedrich Nietzsche, Nietzsche Werke, Book VII (Posthumous Fragments, 1882-1884), No. 445: "Es ist eine Feinheit, daß Gott griechisch lernte, als er Schriftsteller werden wollte, und ebenso dies, daß er es nicht besser lernte!"

نیتشے کی بات کا ترجمہ یوں ہے: ”جب مسیحیوں کے خداوند نے مصنف بننے کا ارادہ کیا تو یونانی زبان سیکھی، مگر اس میں خام رہا۔“ - معاذ اللہ۔

(۳) .. الدكتور محمد خلف الله، الفن القصصى فى القرآن (قاہرہ: مکتبۃ الانجلو المصریہ، ۱۹۶۵)

(۴) .. ثلاث رسائل فى اعجاز القرآن، ترتیب: محمد خلف الله، قاہرہ: دارالمعارف، ۱۹۶۸ء، صفحہ ۱۴۔

علامہ خطابیؒ کی اس تصنیف کو ڈاکٹر عبدالعلیم نے بھی ایڈٹ کر کے، علیگڑھ، سے ۱۹۵۳ء میں شائع کیا (البیان فى اعجاز القرآن لحمد بن محمد الخطابى، تحقیق و التصحیح: الدكتور عبدالعلیم، علیگڑھ: القسم العربی، الجامعة الاسلامیہ، علی گڑھ، ہند، ۱۹۵۳ء)۔ اس کے علاوہ کلاڈ فرانس آدبرٹ نے اس کا فرانسیسی میں ترجمہ کیا جو ۱۹۸۲ء میں دماس، فرانس سے شائع ہوا۔ اس ترجمے کے ساتھ آدبرٹ نے علامہ خطابیؒ کا ایک مفصل تعارف رقم کیا ہے، جس میں ان کی حیات و افکار پر وسیع معلومات جمع کی ہیں، اور علامہ خطابیؒ سے پہلے موجود اعجاز القرآن کے موضوع پر علما کے کام کا مفصل جائزہ لیا ہے، دیکھیے:

Claude-France Audebert, Al-Khattabi et l'inimitabilite du Coran: Traduction et (Introduction au Bayan Ijaz al-Qur'an (Damas: Institut Francais de Damas, 1982

آدبرٹ کے اس ترجمے، تعارف، اور تحقیق پر تبصرے کے لیے دیکھیے:

Hava Lazarus-Yafeh, International Journal of Middle East Studies, Vol. 18, No. 1 (Feb., 1986), 80-81

(۵) .. ثلاث رسائل، صفحہ ۷۱-۷۰۔

(۶) .. جنوں کا قرآن مجید سن کر ایسا متاثر ہونا کہ فوراً ایمان لے آئیں، قرآن مجید کے اعجاز کے اس پہلو کی طرف اشارہ کرتا ہے، جسے ہم پوری طرح کبھی نہیں سمجھ سکتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جنوں کے انفعال کی نوعیت، زبان و بلاغت سے ان کے تعلق، ان کے ادبی ذوق، ان کی نفسیات، اور مزاج سے ہم بہت کم واقفیت رکھتے ہیں۔ لیکن اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کے اندر وہ معجزانہ کمال ہے جو انسانوں کے ساتھ ساتھ دوسری مخلوقات پر بھی گہرا اثر رکھتا ہے۔ اہل عرب چونکہ خیال کرتے تھے کہ ان کے شعراء جنوں سے الہام پاتے تھے، لہذا اس واقعے میں ان کے لیے ایک سبق یہ بھی تھا کہ اس کلام کی معجزانہ تاثیر ان قوتوں کو بھی ڈھیر کر دیتی ہے، جن سے عربوں کی مایہ ناز شاعری مستعار تھی۔

اور اس کے ساتھ یہ امر بھی واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن مجید کی معجزانہ حیثیت فقط اس کی ادبی ندرت نہیں ہے، اور اس کے لیے ادب کی ان ناقص شکلوں سے استشہاد نہیں کر سکتے جو ہمیں عربوں کے کلامِ جاہلی، یا فارسی، اردو اور انگریزی کے ان ادیبوں کے ہاں ملتی ہیں، جنہیں معیار بنا کر ادبی تنقید کے اصول، اور بلاغت کے قاعدے وضع کیے گئے ہیں، کیونکہ اس کے لیے یہ فرض کرنا پڑے گا کہ جنوں میں بھی امرء القیس، حافظ، غالب اور شیکسپیر گزرے ہیں۔ لہذا یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کلامِ الہی کی معجزانہ تاثیر اس کے ادبی اسالیب تک محدود نہیں ہے۔

(۷)۔ یہ امر کہ پہاڑ نزولِ قرآن کی تاب نہ لا سکتے تھے، اور اس کے جلال و شکوہ سے ریزہ ریزہ ہو جاتے، کئی معانی کا حامل ہے۔ لیکن غالباً سب سے اہم تعظیم و تشریف النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلو ہے۔ یعنی، آپ اس تنزیل کے مہبط ہیں جس کی تاب پہاڑ بھی نہ لا سکتے تھے۔ قرآن مجید کے بیان کے مطابق پیغمبر بشر ہی ہوتے ہیں، لیکن ایسے بشر کہ ظرف، حوصلے، اور برداشت میں پہاڑوں سے بڑھ کر۔

یہ آیت خود قرآن مجید کی عظمت بھی بیان کر رہی ہے۔ پہاڑ کے پاش پاش ہونے کی وجہ خشية اللہ کو قرار دیا گیا ہے۔ یہ آیت اس باب میں نص ہے کہ قرآن مجید میں معانی کے علاوہ اللہ کی دیگر نشانیاں بھی ہیں جن کو محسوس کرنے کے لیے عقل کفایت نہیں کرتی۔ اگر ایک طرف اس میں موجود علوم و اخبار اور ہدایت و حکمت اس کے معنوی جوہر ہیں، تو دوسرے طرف پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر دینا اس کے حسی اثرات میں سے ہے۔ اگر قرآن مجید صرف عقل کے تدبر کا موضوع ہوتا، تو پہاڑ کیونکر اس سے مستفیض ہوتا؟ ظاہر ہے کہ پہاڑ کے پاس وہ عقل نہیں ہے جس سے ہم شناسا ہیں۔ چنانچہ پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر دینا، یہ قرآن مجید کی معجزانہ تاثیر ہے۔ اور قرآن مجید کو فقط ایک متن سمجھ کر حصولِ فہم کے لیے پڑھنے سے، اس کی لامتناہی تاثیر کا مشاہدہ و تجربہ نصیب نہیں ہوتا۔ فرمایا کہ پہاڑ باوجود اپنی صلابت و قساوت کے، اللہ کے خوف سے پاش پاش ہو جائے گا۔ امام ابن جریر طبریؒ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہم اس کو پہاڑ پر نازل کرتے تو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، آپ دیکھتے کہ پتھر ہونے کے باوجود وہ اللہ کے آگے سر اگنڈہ ہو جاتا۔ اور دیکھیے کہ اس کے بعد امام طبریؒ قرآن مجید کے بارے میں کیسی بات ارشاد فرماتے ہیں: متصدعاً من خشية الله على قساوته، حذراً من أن لا يؤذي حق الله المفترض عليه في تعظيم القرآن، یعنی ”پہاڑ اپنی قساوت کے باوجود اللہ کے خوف سے چور چور ہو جاتا، اس ڈر سے کہ وہ قرآن مجید کی تعظیم کا وہ حق ادا کرنے کی استعداد نہیں رکھتا جسے اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے (جامع البیان فی تفسیر القرآن)۔ مفسر شوکانیؒ فرماتے ہیں: يقتضي علو شأن القرآن وقوة تأثيره في القلوب یعنی ”اس آیت سے قرآن مجید کی شان کی بلندی اور دلوں پر اس کی تاثیر کی قوت ثابت ہوتی ہے“ (تفسیر فتح القدیر)۔ حافظ ابن کثیرؒ کا خیال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ خبر ہمیں اس لیے دی ہے کہ قرآن مجید کی عظمت معلوم ہو، اور اس کی شان واضح ہو، اور اگر اس سے پہاڑ پاش پاش ہو سکتے ہیں فکیف یلیق بکم یا أيہا البشر أن لا تلین قلوبکم، وتخشع وتتصدع من خشية الله، وقد فهمتم عن الله أمره، وتدبرتم کتابہ ”تو اے لوگو،

تمہارے لیے یہ کیسے مناسب ہے کہ تمہارے دل نرم ہو کر اللہ کے خوف سے نہ جھک جائیں“ (تفسیر ابن کثیر)۔ جن مفسرین نے پہاڑوں کے چور چور ہو جانے کو پہاڑوں کی قرآن فہمی پر موقوف کیا ہے، وہ اس کے معجزانہ کلام کی نفی نہیں کر رہے، کیونکہ پہاڑوں کا کسی کلام کو سمجھنا بھی قرآن مجید ہی کا معجزہ ہے وگرنہ پتھر یہ استعداد نہیں رکھتے، اور اس کے نتیجے میں پہاڑ کا پاش پاش ہو جانا یہ بتا رہا ہے کہ کلام الہی کی یہ تاثیر فہم سے آگے کی چیز ہے، یعنی محض معنی کے فہم سے پتھر کا ٹوٹنا پھر بھی مستبعد رہے گا، جس کی دلیل یہ ہے کہ اسلاف میں سے کوئی مفسر پہاڑ کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کو مجاز پر محمول نہیں کرتا، کیونکہ قرآن مجید کا فرمان ہے کہ لَآ اِیتَہ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا یعنی ”تم دیکھتے کہ وہ سرافگندہ ہو گیا ہے اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے“، یعنی چشم سر سے دیکھتے۔

(۸)۔ اس آیت میں بھی روگٹے کھڑے ہونے اور جلدوں کے نرم پڑ جانے کا ذکر ہے جو ایک حسی اثر ہے۔ بالخصوص جلدوں اور دلوں کا نرم پڑ کر ذکر الہی کی طرف راغب ہونا معجزانہ تاثیر ہے۔ دلوں پر اثر تو پھر بعض اعتبار سے فہم سے متعلق ہو سکتا ہے، لیکن جلدوں کا نرم پڑنا براہ راست حسی تاثیر ہے نہ کہ بذریعہ فہم، واللہ اعلم۔ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر الجامع لاحکام القرآن میں اس آیت پر نسبت تفصیلی کلام فرمایا ہے اور قرآن مجید کی تاثیر کی نوعیت، سماع قرآن کے بارے میں صحابہ کرام کا معمول، اس معاملے میں اعتدال کی ضرورت، اور قرآن مجید سن کر رقت آنے کے بعد دعاؤں کے مقبول ہونے کا ذکر کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید میں مضامین و عید کی وجہ سے ان کے جسموں پر کچکی طاری ہو جاتی ہے، اور پھر آیات رحمت کی وجہ سے ان کی جلدیں اور ان کے قلوب نرم پڑ کر ذکر الہی کی طرف مائل ہو جاتے ہیں، یعنی کتاب الہی پر عمل پیرا ہونے کی طرف، اور اس کی دل و جان سے تصدیق کی طرف جھک جاتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ذکر الہی کی طرف راغب ہونے کا مطلب ہے اسلام کی طرف راغب ہونا۔

علامہ قرطبیؒ نقل کرتے ہیں کہ حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے سامنے قرآن مجید کی تلاوت کی جاتی تھی، تو جیسا کہ قرآن مجید میں بیان ہوا ہے، ان کی آنکھیں تر ہو جاتی تھیں اور ان پر کچکی طاری ہو جاتی تھی۔ جب ان سے عرض کیا گیا کہ آج بھی جب قرآن مجید ہم لوگوں کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو ہم میں سے ایک آدھ غش کھا کر گر پڑتا ہے، تو حضرت اسماءؓ نے فرمایا: اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم! دلچسپ بات یہ ہے کہ مسلم تہذیب کے عہد عروج میں ایسے لوگوں کو ”اہل قرآن“ کہا جاتا تھا جو قرآن مجید کی تاثیر کی شہادت دیتے ہوئے جان پر کھیل جاتے تھے۔ سعید بن عبد الرحمن الحمصی نے فرمایا: حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ ایک ایسے صاحب قرآن (اہل القرآن) کے پاس سے گزرے جو غش کھا کے بے ہوش ہو گیا تھا۔ پوچھا: اسے کیا ہوا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ اس کے سامنے قرآن مجید پڑھا گیا، جسے سن کر یہ بے ہوش ہو کر گر گیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طریقہ نہیں تھا۔ ہم (اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) بھی اللہ

سے ڈرتے ہیں، لیکن اس طرح غش کھا کر گرتے نہیں ہیں (یعنی ضبط سے کام لیتے ہیں)۔ علامہ قرطبیؒ نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ ابو عمران الجونی فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک روز بنی اسرائیل کے سامنے وعظ فرمایا، تو ایک شخص نے سن کر اپنا کرتا پھلا لیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اس سے کہو کہ اپنا کرتا نہ پھاڑے، کیونکہ اللہ فضول خرچوں کو پسند نہیں کرتا۔ (کپڑے پھاڑنے کی بجائے) اسے چاہیے کہ اپنے دل کو میرے لیے وا کرے۔ ان واقعات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ گو قرآن مجید کی تلاوت کو سن کر بے قابو ہو جانا پسندیدہ نہیں ہے، اور اس میں محمود یہی ہے کہ ضبط کیا جائے، لیکن جو حضرات ضبط کی کوشش کے باوجود قرآن مجید کی تاثیر کی تاب نہ لاسکے اور بے قابو ہو گئے، انہیں اس میں معذور گردانا گیا، اور انہیں اس پر ملامت نہیں کی گئی، الایہ کہ کوئی اپنے اوپر مصنوعی طور پر یہ حالت طاری کرنے کی کوشش کرے۔

سماع قرآن مجید کے نتیجے میں گر پڑنے اور بے ہوش ہو جانے والوں کے ساتھ ان لوگوں کا ذکر بھی ہمارے ہاں ملتا ہے جو اس کے نتیجے میں وفات پا گئے۔ علامہ ابو اسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم الثعلبیؒ (م۔ ۷۲۲ھ) نے خاص اس موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے، کتاب یدکر فیہ قتلی القرآن، جو تقریباً ایک ہزار برس تک مخطوطات کی صورت میں محفوظ رہنے کے بعد، سن ۱۰۸۰ء میں جرمنی میں تہذیب، تنقیح، اور شرح کے ساتھ طبع ہوئی ہے:

Beate Wiesmüller, Die vom Koran Getöteten: At- Thalabi's Qatla al-Qur'an nach der Istanbuler und den Leidener Handschriften (Würzburg: Ergon, 2001)

واضح رہے کہ علامہ الثعلبیؒ اپنی تفسیر الکشف و البیان، اور انبیاء علیہم السلام کی تاریخ عرائس المجالس کے سبب معروف ہیں۔ لیکن قتلی القرآن اپنی نوعیت کی واحد تصنیف ہے جس میں علامہ الثعلبیؒ نے ایسے بیس افراد کے واقعات نقل فرمائے ہیں جن کا سماع قرآن کے دوران انتقال ہوا۔ ان کا استدلال ہے کہ یہ لوگ گویا شہید ہیں اور ان تمام انعامات، برکات اور اعزازات کے مستحق ہیں جو شہداء کے لیے موعود ہیں۔ ان واقعات کے راوی یعنی گواہ ہیں، اور علامہ الثعلبیؒ نے یہ واقعات بقید اسناد نقل کیے ہیں۔

علامہ قرطبیؒ کے ڈھائی سو برس بعد، امام سیوطیؒ الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور میں فتادہ سے نقل کرتے ہیں کہ یہ آیت اولیاء اللہ کی تعریف میں ہے۔ اللہ نے اپنے اولیاء کی صفت بیان کی ہے کہ قرآن مجید سن کر ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، ان کی آنکھیں رونے لگتی ہیں اور ان کے دل مطمئن ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف راغب ہو جاتے ہیں۔ ان کی یہ صفت بیان نہیں ہوئی کہ ان کی عقل جاتی رہتی ہے، یا ان پر غشی طاری ہو جاتی ہے، یہ تو اہل بدعت کا عمل ہے، اور یہ شیطان کی طرف سے ہے۔

علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید سے درست دینی تعلق رکھنے والوں، اور اس کی تاثیر قبول کرنے والے نفوس کے لیے اللہ کا انعام یہ ہے کہ اس حالت میں کی گئی دعائیں قبول ہو جاتی ہیں۔ زید بن اسلمؒ فرماتے ہیں کہ

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے، اور صحابہ کی موجودگی میں قرآن مجید پڑھا، تو صحابہ کرامؓ پر رقت طاری ہو گئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حالت رقت میں دعا مانگا کرو کیونکہ یہ (حالت رقت) رحمت ہے۔ اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن پر خوف خدا سے طاری ہونے والی کپکپی خطاؤں کو ایسے جھاڑ دیتی ہے جیسے سوکھے درخت سے پتے جھڑتے ہیں۔ یہی روایت علامہ ثعلبیؒ نے اپنی تفسیر الکشف و البیان میں حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ سے روایت کی ہے۔ علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر وہ جلد جس پر خشیت الہی سے کپکپی طاری ہوتی ہے، اللہ اسے (جہنم کی) آگ سے محفوظ کر دے گا۔ اور شہر بن حوشب، ام درداء رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: انسان کے دل میں اللہ کا خوف ایسے ہی ہے جیسے کھجور کے سوکھے پتوں میں آگ بھڑک اٹھے، تو اس کے نتیجے میں اگر تیرے بدن پر کپکپی طاری نہ ہو تو کیا کچھ اور ہو گا؟ میں نے کہا نہیں! انہوں نے کہا: بس پھر تم اللہ سے دعا مانگو کیونکہ اس حال میں دعا مستجاب ہوتی ہے۔ ثابت البنانی کہتے ہیں کہ کسی نے کہا کہ اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کی دعا کب قبول ہوتی ہے۔ لوگوں نے پوچھا: تمہیں یہ کیسے معلوم ہوتا ہے؟ اس نے جواب دیا: جب مجھ پر کپکپی طاری ہو جائے، دل میں خوف گھر کر لے، اور میری آنکھیں نم ہو جائیں، تو اس وقت (مجھے معلوم ہو جاتا ہے کہ) میری دعا مستجاب ہو گئی ہے۔

علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت کے بارے میں ایک قول یہ بھی ہے کہ جب قرآن مجید اپنے وفور اور کمال بلاغت سے سامنے آتا ہے، تو اس کے حریف اسے دیکھ کر مقابلہ کرنے سے عاجز آ جاتے ہیں، ان کے اوپر اس کی عظمت کے سبب، اس کے حسن ترصیح سے مرعوب ہو کر، اور اس کے مضامین کے نتیجے میں، کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔ گویا یہ ویسا ہی اثر ہے جیسا اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق پہاڑوں پر ہوتا، کہ وہ اس کلام کی ہیبت سے چور چور ہو جاتے۔ کیونکہ تصدع (پاش پاش ہونا) بھی انشعار (کرزہ اور ہیبت) سے مشابہ ہے۔ اور خشوع تو اس لیے اس کے قریب المعنی ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ فرما چکے ہیں کہ قرآن مجید کے سماع سے لوگوں کی جلد اور قلوب نرم ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف راغب ہو جاتے ہیں ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ۔

جہاں قرآن مجید سے کی تاثیر سے ہدایت کے درکھتے ہیں، وہاں اس کی تاثیر سے جسمانی امراض میں بھی شفا ملتی ہے۔ چنانچہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید سے دم کر کے پھونک دینے میں بھی شفا کی خبر دی ہے اور خود بھی دم سے علاج فرمایا ہے (دیکھیں مؤطا امام مالک، باب الرقی)۔ چنانچہ ان روایات کو نقل کرنے کے بعد امام محمد بن الحسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: و بهذا ناخذ لآزى بالرقية باسا اذا كانت من ذكر الله، یعنی ہماری بھی یہی رائے ہے، دم کرنے میں ہمارے نزدیک کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ وہ ذکر الہی سے کیا جائے (مؤطا امام مالک بروایت امام محمد بن الحسن الشیبانی، باب الرقی)۔